قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ
الفضل
لندن
مدیر ابو سعید
Online Edition

شمارہ:153 | جلد:2 | 04 ذوالقعدہ 1441 ہجری قمری | جمعۃ المبارک 26 جون 2020ء

ارشادِ باری تعالیٰ

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
(الحدید ۱۱)

اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ
تم اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے

فرمانِ رسول ﷺ

عن عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال:
اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ۔

(بخاری کتاب الزکوۃ باب اتقوالنار ولو بشق تمرۃ)

حضرت عدی بن حاتمؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:
(صدقہ دے کر) آگ سے بچو خواہ آدھی کھجور خرچ کرنے کی ہی استطاعت ہو۔

فرمان خلیفہ وقت

مالی قربانی اصلاح نفس اور قرب الٰہی کا ذریعہ

... مالی قربانی اصلاح نفس اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے بہت ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کا کئی جگہ ذکر فرمایا ہے، مختلف پیرایوں میں اس کی اہمیت بیان فرمائی ہے۔ پس جماعت احمدیہ میں جو مختلف مالی قربانی کی تحریکات ہوتی ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا قرب دلانے اور دلوں کو پاک کرنے کی کڑیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے راستے میں خرچ کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ (الحدید 11)

اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ پس اپنی زندگیوں کو سنوارنے کے لئے مالی قربانیوں میں حصہ لینا انتہائی ضروری ہے بلکہ یہ بھی تنبیہ ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں۔ جیسے کہ فرماتا ہے وَأَنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ (البقرۃ 196)۔ اور اللہ کے راستے میں مال خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ پس جیسا کہ میں نے کہا یہ مالی تحریکات جو جماعت میں ہوتی ہیں، یا لازمی چندوں کی طرف جو توجہ دلائی جاتی ہے یہ سب خدا تعالیٰ کے حکموں کے مطابق ہیں۔ پس ہر احمدی کو اگر وہ اپنے آپ کو حقیقت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کی طرف منسوب کرتا ہے اور کرنا چاہتا ہے، اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے مالی قربانیوں کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مخلصین کی ایک بہت بڑی جماعت اس قربانی میں حصہ لیتی ہے لیکن ابھی بھی ہر جگہ بہت زیادہ گنجائش موجود ہے۔ یہ آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہی حکم فرمایا ہے کہ اگر آخرت کے عذاب سے بچنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی جنتوں کے وارث بننا ہے تو مال و جان کی قربانی کرو۔ اس زمانے میں جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آ کر تلوار کا جہاد ختم کر دیا تو یہ مالی قربانیوں کا جہاد ہی ہے جس کو کرنے سے تم اپنے نفس کا بھی اور اپنی جانوں کا بھی جہاد کر رہے ہوتے ہو۔ یہ زمانہ جو مادیت سے پُر زمانہ ہے ہر قدم پر روپے پیسے کا لالچ کھڑا ہے۔ ہر کوئی اس فکر میں ہے کس طرح روپیہ پیسہ کمائے چاہے غلط طریقے بھی استعمال کرنے پڑیں کئے جائیں۔...

(خطبہ جمعہ فرمودہ 06 جنوری 2006ء، مشعل راہ جلد پنجم حصہ سوم، ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ ص 169 تا 171)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

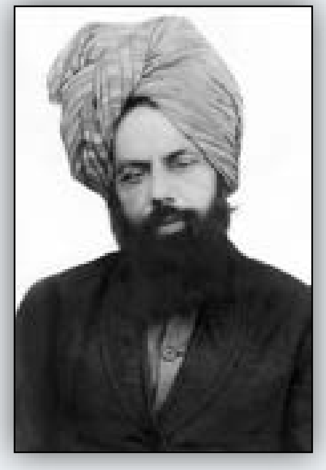

زندہ مذہب کی نشانی اور دعا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ’’زندہ مذہب وہ ہے جس کے ذریعہ زندہ خدا ملے۔ زندہ خدا وہ ہے جو ہمیں بلاواسطہ ملہم کر سکے اور کم سے کم یہ کہ ہم بلاواسطہ ملہم کو دیکھ سکیں سو میں تمام دنیا کو خوشخبری دیتا ہوں کہ یہ زندہ خدا اسلام کا خدا ہے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 311، 312)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام قبولیت دعا کے متعلق فرماتے ہیں:

’’دعا کی ماہیت یہ ہے کہ ایک سعید بندہ اور اس کے رب میں ایک تعلق جاذبہ ہے یعنی پہلے خدا تعالیٰ کی رحمانیت بندہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے پھر بندہ کے صدق کی کششوں سے خدا تعالیٰ اس سے نزدیک ہو جاتا ہے اور دعا کی حالت میں وہ تعلق ایک خاص مقام پر پہنچ کر اپنے خواص عجیبہ پیدا کرتا ہے۔ سو جس وقت بندہ کسی سخت مشکل میں مبتلا ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف کامل یقین اور کامل امید اور کامل محبت اور کامل وفاداری اور کامل ہمت کے ساتھ جھکتا ہے اور نہایت درجہ کا بیدار ہو کر غفلت کے پردوں کو چیرتا ہوا فنا کے میدانوں میں آگے سے آگے نکل جاتا ہے پھر آگے کیا دیکھتا ہے کہ بارگاہِ اُلوہیت ہے اور اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ تب اس کی روح اس آستانہ پر سر رکھ دیتی ہے اور قوتِ جذب جو اس کے اندر رکھی گئی ہے وہ خدا تعالیٰ کی عنایات کو اپنی طرف کھینچتی ہے تب اللہ جل شانہٗ اس کام کے پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس دعا کا اثر ان تمام مبادی اسباب پر ڈالتا ہے جن سے ایسے اسباب پیدا ہوتے ہیں جو اس مطلب کے حاصل ہونے کے لیے ضروری ہیں۔‘‘

(برکات الدعاء، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 9 تا 10)

اس شمارہ میں

- تم اصل ہو یا خواب ہو تم کون ہو (منظوم)
- خطبہ جمعہ: وقفِ نَو بچے، بچیوں اور ان کے والدین کو نصائح
- ’’زمانہ جاہلیت‘‘ سے کیا مراد ہے؟
- علیکم بالشفائین: العسل و القرآن

دربارِ خلافت

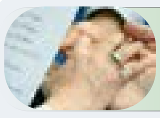

شراب اور جوئے کے تباہ کُن نقصانات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ نے ہر چیز جو بنائی ہے بیشک اس کے فوائد بھی ہوتے ہیں اور نقصان بھی۔ اس لئے یہ اصولی بات یاد رکھو کہ جس چیز کے نقصان اس کے فائدے سے زیادہ ہوں اس کے استعمال سے بچو اور یہ دونوں چیزیں جوًا اور شراب تو ایسے ہیں جو اِثْمٌ کَبِیْرٌ ہیں۔ ان میں بڑے بڑے گناہ ہیں۔ باوجود فائدہ کے یہ گناہ میں بڑھانے والے ہیں اور جیسا کہ مَیں نے اِثْم کے لغوی معنوں میں بتایا تھا اور قرآن کریم میں بھی ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ مَنۡ یَّفۡعَلۡ ذٰلِکَ یَلۡقَ اَثَامًا (الفرقان:69) یعنی اپنے گناہ کی سزا بھگتے گا۔ پس باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جوئے اور شراب میں فائدہ بھی ہے، یہ کھول کر بیان کر دیا کہ تم غور کرو لیکن غور اس بات پر نہیں کہ مَیں تھوڑا فائدہ اٹھاؤں یا زیادہ۔ یہ دیکھوں کہ اس میں فائدہ ہے کہ نہیں ہے۔ غور اس بات پر کرنا ہے کہ اگر مَیں نے اس کو استعمال کیا یا یہ کام کیا تو گناہگار بنوں گا اور سزا کا سزاوار ٹھہروں گا۔ کیونکہ اِثۡمُہُمَاۤ اَکۡبَرُ کہہ کر بتا دیا کہ تمہیں اس کے جرم کی سزا ملے گی۔ اور یہ ایسا گناہ ہے جس میں ایک دفعہ انسان پڑتا ہے تو پھر پڑتا چلا جاتا ہے۔ جان بوجھ کر اس گڑھے میں گرتا چلا جاتا ہے۔ دونوں کاموں کے کرنے کا ایک نشہ، ایک چاٹ لگ جاتی ہے اور یوں بغاوت کا رویہ اختیار کرتے ہوئے سزا کا بھی مستحق بن جاتا ہے۔ تو دونوں چیزیں ہی ایسی ہیں جس میں انسان اپنے پاکیزہ مال کو بھی ضائع کر رہا ہوتا ہے اور نہ صرف یہ کہ پاکیزہ مال ضائع کر رہا ہوتا ہے بلکہ حرام مال جو ہے اس کو اپنے طیب مال میں شامل کر کے تمام مال کو ہی حرام بنا لیتا ہے۔ جوًا کھیلنے والا مال ضائع کر دیتا ہے۔ شراب پینے والا جو ہے وہ شراب میں مال ضائع کر دیتا ہے۔ اپنی صحت برباد کر لیتا ہے۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ واضح طور پر مناہی کر کے بتایا کہ شراب، جوئے اور قرعہ اندازی کے تیر جو ہیں یہ سب شیطانی کام ہیں جو نیکیوں سے روکتے ہیں، اعلیٰ اخلاق سے روکتے ہیں۔ عبادات سے روکتے ہیں۔

سورۃ مائدہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّمَا الۡخَمۡرُ وَ الۡمَیۡسِرُ وَ الۡاَنۡصَابُ وَ الۡاَزۡلَامُ رِجۡسٌ مِّنۡ عَمَلِ الشَّیۡطٰنِ فَاجۡتَنِبُوۡہُ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۹۱﴾ اِنَّمَا یُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّوۡقِعَ بَیۡنَکُمُ الۡعَدَاوَۃَ وَ الۡبَغۡضَآءَ فِی الۡخَمۡرِ وَ الۡمَیۡسِرِ وَ یَصُدَّکُمۡ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ وَ عَنِ الصَّلٰوۃِ ۚ فَہَلۡ اَنۡتُمۡ مُّنۡتَہُوۡنَ ﴿۹۲﴾ وَ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ احۡذَرُوۡا ۚ فَاِنۡ تَوَلَّیۡتُمۡ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوۡلِنَا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ ﴿۹۳﴾ (المائدہ:93-91) کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! یقیناً مدہوش کرنے والی چیز اور جوًا اور بت (پرستی) اور تیروں سے قسمت آزمائی یہ سب ناپاک شیطانی عمل ہیں۔ پس ان سے پوری طرح بچو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ یقیناً شیطان چاہتا ہے کہ نشے اور جوئے کے دوران تمہارے درمیان بُغض اور عناد پیدا کر دے اور تمہیں ذکر الٰہی اور نماز سے باز رکھے تو کیا تم باز آجانے والے ہو؟ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور (برائی سے) بچتے رہو اور اگر تم پیٹھ پھیر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف پیغام پہنچانا ہے۔

آجکل ان ملکوں میں شراب جُوا تو عام ہے بلکہ اب تو ہر جگہ ہے۔ جہاں پابندیاں ہیں وہاں بھی بعض ایسی جگہیں ہیں جہاں لوگ جا کر پیتے ہیں۔ ان ملکوں میں تو ہر جگہ نہ صرف یہ کہ عام ہے بلکہ کسی نہ کسی طریق سے اس کی تحریص بھی کروائی جاتی ہے۔ ہر سروس سٹیشن پر یا ہر بڑے سٹور پر جوئے کی مشینیں نظر آتی ہیں۔ کسی نہ کسی رنگ میں اس میں جوًا کھیلا جاتا ہے اور جہاں تک شرک کا سوال ہے اگر ظاہری بت نہ بھی ہوں تو نفس کے بہانوں کے بہت سے بت انسان نے تراش لئے ہیں۔ باوجود ایمان لانے کے بہت ساری چیزیں ایسی ہیں جن کی انسان پرواہ نہیں کرتا۔ اور پھر یہ جو بت ہیں، بعض ایسے جو مخفی شرک ہیں یہ عبادات میں روک بنتے ہیں، نمازوں میں روک بنتے ہیں۔ نمازیں جو فحشاء کو دور کرنے والی ہیں ان کی ادائیگی میں روک بن جاتے ہیں۔ پھر تیروں سے قسمت نکالنا ہے اور آج کل اس کی ایک صورت لاٹری کا نظام بھی ہے اس میں بھی لوگ بے پرواہ ہیں۔ زیادہ تر پرواہ نہیں کرتے اور لاٹری کے ٹکٹ خرید لیتے ہیں۔ یہ چیز بھی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ سب شیطانی کام ہیں۔ پس ایک حقیقی مومن کا کام ہے کہ عبادات میں استقامت دکھائے۔ نیک اعمال بجالانے کی کوشش میں استقامت دکھائے۔ برائیوں اور بے حیائیوں سے بچنے کے لئے استقامت دکھائے اور یہ استقامت اس وقت آئے گی جب اللہ تعالیٰ کا ذکر اور نمازوں کی طرف توجہ ہو گی۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5فروری 2010ء)

تم اصل ہو یا خواب ہو تم کون ہو

تم اصل ہو یا خواب ہو تم کون ہو
تم مہر ہو مہتاب ہو تم کون ہو
جو آنکھ بھی دیکھے تمہیں سرسبز ہو
تم اس قدر شاداب ہو تم کون ہو
تم لب بہ لب، تم دل بہ دل، تم جاں بہ جاں
اک نشہ ہو اک خواب ہو تم کون ہو
جو دست رحمت نے مرے دل پر لکھا
تم عشق کا وہ باب ہو تم کون ہو
میں ہر گھڑی اک پیاس کا صحرا نیا
تم تازہ تر اک آب ہو تم کون ہو
میں کون ہوں وہ جس سے ملنے کے لیے
تم اس قدر بے تاب ہو تم کون ہو
میں تو ابھی برسا نہیں دو بوند بھی
تم روح تک سیراب ہو تم کون ہو
یہ موسم کمیابیٔ گُل کل بھی تھا
تم آج بھی نایاب ہو تم کون ہو
چھوتے ہو دل کچھ اس طرح جیسے صدا
اک ساز پر مضراب ہو تم کون ہو
دل کی خبر دنیا کو ہے تم کو نہیں
کیسے مرے احباب ہو تم کون ہو
وہ گھر ہوں میں جس کے نہیں دیوار و در
اس گھر کا تم اسباب ہو تم کون ہو
اے چاہنے والے مجھے اس عہد میں
میرا بہت آداب ہو تم کون ہو

(عبید اللہ علیم)

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ مورخہ 28/ اکتوبر 2016ء بمطابق 28/ اخاء 1359 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الاسلام، ٹورانٹو، کینیڈا

تمام احمدیوں بالخصوص وقفِ نو بچے، بچیوں اور ان کے والدین کو نہایت اہم نصائح

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں بچوں کو وقف کرنے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ روزانہ مجھے والدین کے خط ملتے ہیں۔ بعض دنوں میں ان کی تعداد بیس پچیس ہو جاتی ہے جس میں ماں باپ اپنے ہونے والے بچوں کو وقفِ نو میں شامل کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے جب یہ تحریک فرمائی تھی، پہلے مستقل نہیں تھی پھر آپ نے اسے مستقل کر دیا اور جماعت نے بھی خاص طور پر ماؤں نے اس پر ہر ملک میں لبیک کہا۔ آج سے بارہ تیرہ سال پہلے جماعت کی جو اس طرف توجہ ہوئی تھی اس کی وجہ سے جو تعداد واقفینِ نو کی 28000 سے اوپر تھی اب یہ تعداد اللہ تعالیٰ کے فضل سے 61000 کے قریب پہنچ چکی ہے جس میں سے چھتیس ہزار سے اوپر لڑکے ہیں اور باقی لڑکیاں۔ گویا وقت کے ساتھ ساتھ یہ رجحان بڑھ رہا ہے کہ ہم نے اپنے بچوں کو پیدائش سے پہلے وقف کرنا ہے۔

لیکن صرف بچوں کو وقف کے لئے پیش کرنے سے ماں باپ کی ذمہ داریاں ختم نہیں ہو جاتیں بلکہ پہلے سے زیادہ ہو جاتی ہیں۔ بیشک ایک احمدی بچے کی تربیت والدین پر ہے اور والدین اپنے بچے کی بہتری ہی چاہتے ہیں۔ اس کی دنیاوی تعلیم بھی چاہتے ہیں۔ تربیت بھی چاہتے ہیں۔ دینی تعلیم بھی چاہتے ہیں اگر وہ دینی رجحان رکھنے والے والدین ہیں۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ہر بچہ اور خاص طور پر وقفِ نو بچہ ان کے پاس جماعت کی امانت ہے جس کی تربیت اور اسے جماعت اور معاشرے کا بہترین حصہ بنانا والدین کا فرض ہے لیکن واقفینِ نو بچوں کی تربیت ان کی دینی اور دنیاوی تعلیم پر خاص توجہ اور انہیں بہتر طور پر تیار کر کے جماعت کو دینا اس لحاظ سے بھی ذمہ داری بن جاتی ہے کہ پیدائش سے پہلے ماں باپ یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم جو کچھ بھی ہمارے ہاں پیدا ہونے والا ہے، لڑکا ہے یا لڑکی اسے خدا کے لئے، اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کے مشن کی تکمیل کے لئے جو تکمیل اشاعت ہدایت کا مشن ہے، جو اسلام کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے کا مشن ہے، جو خدا تعالیٰ کا حق ادا کرنے کی طرف دنیا کو توجہ دلانے کا مشن ہے، جو ایک دوسرے کا حق ادا کرنے کی اسلامی تعلیم دنیا کے ہر فرد تک پہنچانے کا مشن ہے، اس کے لئے پیش کرتے ہیں۔

پس یہ کوئی معمولی ذمہ داری نہیں ہے جو وقفِ نو بچوں کے والدین خاص طور پر ماں پر اپنے ہونے والے بچے کی پیدائش سے پہلے خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک عہد کرتے ہوئے پیش کرتی ہے اور خلیفہ وقت کو لکھتے ہیں کہ ہم حضرت مریم کی ماں کی طرح اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرتے ہوئے اپنے بچے کو وقفِ نو سکیم میں پیش کر رہے ہیں کہ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (آل عمران:36) کہ اے میرے رب! جو کچھ میرے پیٹ میں ہے میں تیرے لئے پیش کر رہی ہوں۔ یہ تو مجھے نہیں پتا کہ کیا ہے، لڑکا ہے یا لڑکی لیکن جو بھی ہے میری خواہش ہے میری دعا ہے کہ یہ دین کا خادم بنے۔ فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ۔ میری اس خواہش اور دعا کو قبول فرما اور اسے قبول فرما لے۔ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ تو بہت سننے والا اور جاننے والا ہے۔ پس میری عاجزانہ دعا بھی سن لے۔ تجھے علم ہے کہ یہ دعا میرے دل کی آواز ہے۔ یہ بچے کی ماؤں کی خواہش ہوتی ہے وقف سے پہلے اور ہونی چاہئے ایک احمدی ماں کی جب وہ اپنے بچے کو وقفِ نو کے لئے پیش کرتی ہے اور اس میں باپ بھی شامل ہے۔

پس جب یہ دعا وقفِ نو میں شامل کرنے والے بچے کی ماں کرتی ہے تو ان ذمہ داریوں کا بھی احساس رہنا چاہئے جو اس عہد کے نبھانے اور اس دعا کے قبول ہونے کے لئے ماؤں پر بھی اور باپوں پر بھی عائد ہوتی ہیں۔ وقفِ نو میں بچہ ماں اور باپ دونوں کی رضامندی سے پیش ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قرآن کریم میں محفوظ اس لئے نہیں فرمائی کہ پرانے زمانے کا ایک قصہ سنانا مقصود تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کو یہ دعا اس قدر پسند آئی اور اسے اس لئے محفوظ فرمایا کہ آئندہ آنے والی مائیں بھی یہ دعا کر کے اپنے بچوں کو دین کی خاطر غیر معمولی قربانیاں کرنے والا بنائیں۔ گو کہ ہر مومن دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کرتا ہے لیکن وقف کرنے والے ان معیاروں کی انتہاؤں کو چھونے والے ہونے چاہئیں۔ پس جب ابتدا سے مائیں اور باپ اپنے بچوں کے ذہنوں میں ڈالیں گے کہ تم وقف ہو اور ہم نے تمہیں خالصۃً دین کی خدمت کے لئے وقف کیا تھا اور یہی تمہاری زندگی کا مقصد ہونا چاہئے اور ساتھ ہی دعائیں بھی کر رہے ہوں گے تو پھر بچے اس سوچ کے ساتھ پروان چڑھیں گے کہ انہوں نے دین کی خدمت کرنی ہے۔ اس سوچ کے ساتھ پروان نہیں چڑھیں گے کہ ہم نے بزنس مین بنانا ہے، ہم نے کھلاڑی بنانا ہے، ہم نے فلاں شعبہ میں جانا ہے، ہم نے فلاں شعبہ میں جانا ہے، بلکہ ان کی طرف سے یہ سوال کیا جائے گا کہ میں وقفِ نو ہوں مجھے جماعت بتائے، مجھے خلیفۂ وقت بتائے کہ میں کس شعبہ میں جاؤں۔ مجھے اب دنیا سے کوئی غرض نہیں۔ جو عہد میری ماں نے پیدائش سے پہلے کیا تھا اور جو دعائیں اس نے میری پیدائش سے پہلے مانگی تھیں اور پھر میری تربیت ایسے رنگ میں کی کہ میں دنیا کی بجائے دین کو تلاش کروں میری یہ خوش قسمتی ہے کہ میری ماں کی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ نے سنا اور میری ماں کی کوششوں کو جو اس نے میری تربیت کے لئے کیں اللہ تعالیٰ نے پھل لگایا۔ اب میں بغیر کسی دنیاوی لالچ اور خواہش کے صرف اور صرف دین کے لئے اپنے آپ کو وقف کرتا ہوں۔

اس سوچ کا اظہار پہلے تو واقفینِ نو کو اپنے وقف کی تجدید کرتے ہوئے پندرہ سال کی عمر میں کرنا ضروری ہے۔ اس کے لئے میں نے متعلقہ انتظامیہ جو ہے ان کو ہدایت بھی کی ہوئی ہے کہ پندرہ سال کی عمر میں باقاعدہ تحریری طور پر ان سے لیں کہ وہ وقف کو جاری رکھیں گے یا جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ پھر بیس اکیس سال کی عمر میں جب پڑھائی سے فارغ ہو جاتے ہیں تو ان سب کے لئے ضروری ہے جو جامعہ میں داخل نہیں ہوئے کہ وہ اس بونڈ (Bond) کو دوبارہ لکھیں۔ پھر اگر کسی کو یہ کہا جائے کہ کسی شعبہ میں کچھ تربیت لے لو تو پھر دوبارہ تحریر کریں۔ گویا کہ ہر مرحلے پر وقفِ نو کو خود اپنی دلی خواہش کے مطابق اپنے وقف کو قائم رکھنے کا اظہار کرنا چاہئے۔

اس بارے میں جیسا کہ میں نے کہا میں پہلے تفصیلاً کئی مرتبہ بیان کر چکا ہوں۔ کسی وقفِ نو بچے کی یہ سوچ نہیں ہونی چاہئے کہ ہم نے اگر وقف کیا تو ہم دنیاوی طور پر کس طرح گزارہ کریں گے یا یہ وسوسہ دل میں پیدا ہو جائے کہ ہم ماں باپ کی مالی خدمت کس طرح کریں گے یا جسمانی طور پر خدمت کس طرح کریں گے۔ گزشتہ دنوں میری یہاں واقفینِ نو کے ساتھ کلاس تھی تو ایک لڑکے نے یہ سوال کیا کہ اگر ہم وقف کر کے جماعت کو ہمہ وقت اپنی خدمات پیش کر دیں تو ہم اپنے والدین کی مالی یا جسمانی یا عمومی خدمت کس طرح کر سکیں گے۔ یہ سوال پیدا ہونا اس بات کا اظہار ہے کہ ماں باپ نے بچپن سے اپنے واقفینِ نو بچوں کے دل میں یہ بات بٹھائی ہی نہیں کہ تمہیں ہم نے وقف کر دیا ہے اور اب تم ہمارے پاس صرف اور صرف جماعت کی امانت ہو۔ دوسرے بہن بھائی ہماری خدمت کر لیں گے۔ تم نے صرف اپنے آپ کو خلیفۂ وقت کو پیش کر دینا ہے اور اس کے حکموں کے مطابق چلانا ہے۔

حضرت مریم کی والدہ کی دعا میں جو لفظ مُحَرَّرًا استعمال ہوا ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ میں نے اس بچہ کو دنیاوی ذمہ داریوں سے بالکل علیحدہ کیا اور میری دعا ہے کہ خالصۃً دین کی ذمہ داری ہی اس کی ترجیح ہو جائے۔

پس ان ماؤں اور باپوں سے سب سے پہلے تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وقفِ نو کا صرف نام ہونا ہی کافی نہیں ہے بلکہ وقف تو ایک اہم ذمہ داری ہے۔ ایک وقفِ نو کے جوانی تک پہنچنے تک ماں باپ کی اور اس کے بعد خود اس کی اپنی یہ ذمہ داری بن جاتی ہے۔ بعض لڑکے لڑکیاں جنہوں نے دنیاوی تعلیم حاصل کی ہے بظاہر بڑا جوش دکھاتے ہیں، اپنی خدمات پیش کر دیتے ہیں لیکن بعد میں ایسی مثالیں بھی سامنے آئیں کہ اس لئے چھوڑ جاتے ہیں کہ جماعت جو الاؤنس دیتی ہے اس میں ان کا گزارہ نہیں ہوتا۔ جب ایک بڑا مقصد حاصل کرنا ہے تو تنگی اور قربانی تو کرنی پڑتی ہے۔ پس اگر بچپن سے یہ بات واقفین کے دماغوں میں بٹھا دی جائے کہ وقف زندگی

سے بڑی کوئی چیز نہیں ہے۔ دنیاوی طور پر دوسرے کی طرف دیکھنے کی بجائے، یہ سوچنے کی بجائے کہ میرا فلاں کلاس فیلو میری جتنی تعلیم حاصل کر کے لاکھوں کما رہا ہے اور میں ایک مہینہ بھی اس کے ایک دن کی آمد کے جتنا نہیں کما رہا، یہ سوچ ہونی چاہئے کہ جو مقام مجھے خدا تعالیٰ نے دیا ہے وہ دنیاوی مال سے بہت بڑھ کر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو سامنے رکھیں کہ دنیاوی مال و اسباب کے لحاظ سے اپنے سے کمتر کو دیکھو اور روحانی لحاظ سے اپنے سے بڑھے ہوئے کو دیکھو تا کہ مادی دوڑ میں بڑھنے کی بجائے روحانی دوڑ میں بڑھنے کی کوشش کرو۔

(بخاری کتاب الرقاق باب لینظر الیٰ من ھو اسفلہ منہ ... الخ حدیث 6490) (فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب الرقاق باب لینظر الیٰ من ھو اسفلہ منہ ... الخ حدیث 6490 جلد 11 صفحہ 392 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

پس جو واقفین نَو لڑکے خاص طور پر اپنی تعلیم مکمل کر چکے ہیں خود بھی اپنی ظاہری اور مالی حالت کی بہتری کی بجائے روحانی حالت میں بہتری کی کوشش کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو ہر احمدی سے اس بات کی توقع رکھتے ہیں کہ اس کا معیار انتہائی بلند ہو تو ایک شخص جس کے ماں باپ نے پیدائش سے پہلے اس کو دین کے لئے وقف کر دیا اور اس کے لئے دعائیں بھی کی ہوں اس کو کس قدر ان معیاروں کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیت کروں اور یہ بات پہنچا دوں آئندہ ہر ایک کا اختیار ہے کہ وہ اُسے سُنے یا نہ سُنے کہ اگر کوئی نجات چاہتا ہے۔ اور حیات طیّبہ یا ابدی زندگی کا طلبگار ہے تو وہ اللہ کے لئے اپنی زندگی وقف کرے۔ اور ہر ایک اس کوشش اور فکر میں لگ جاوے کہ وہ اس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرے کہ کہہ سکے کہ میری زندگی، میری موت، میری قربانیاں، میری نمازیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اور حضرت ابراہیمؑ کی طرح اُس کی رُوح بول اٹھے اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ (البقرۃ:132)‘‘ کہ میں تو اپنے ربّ کا فرمانبردار ہو چکا ہوں۔ فرمایا ’’جب تک انسان خدا میں کھویا نہیں جاتا، خدا میں ہو کر نہیں مرتا وہ نئی زندگی پا نہیں سکتا۔ پس تُم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو تم دیکھتے ہو کہ خدا کے لئے زندگی کا وقف مَیں اپنی زندگی کی اصل غرض سمجھتا ہوں۔‘‘ یہی بنیاد ہے اور یہی مقصد ہے ’’پھر تم اپنے اندر دیکھو کہ تم میں سے کتنے ہیں جو میرے اِس فعل کو اپنے لئے پسند کرتے اور خدا کے لئے زندگی وقف کرنے کو عزیز رکھتے ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 100۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس واقفین نَو کو عام احمدی سے بلند ہو کر یہ مقام حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ دین کی خاطر دوسرے بھی وقف کرتے ہیں اور ہر ایک وقف کر بھی نہیں سکتا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے ایک گروہ ہونا چاہئے جو دین کا علم حاصل کرے اور پھر جا کے اپنے لوگوں کو بتائے۔ دنیاوی کاموں میں بھی الجھے ہوئے ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعودؑ نے یہ بھی فرمایا کہ دنیاوی کام کرتے ہوئے بھی خدا کا خوف اور دین مقدم ہونا چاہئے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد دوم صفحہ 91۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

واقفین نَو کو تو اپنے قناعت کے معیاروں کو بہت بڑھانا چاہئے۔ اپنی قربانی کے معیاروں کو بہت بڑھانا چاہئے۔ یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ ہم مالی لحاظ سے کمزور ہوں گے تو ہمیں شاید ہمارے بہن بھائی کمتر سمجھیں یا والدین ہمیں اس طرح توجہ نہ دیں جس طرح باقیوں کو دے رہے ہیں۔ اول تو والدین کو ہی یہ خیال کبھی دل میں نہیں لانا چاہئے کہ واقفین زندگی کمتر ہیں۔ واقفین زندگی کا معیار اور مقام ان کی نظر میں بہت بلند ہونا چاہئے۔ لیکن واقفین زندگی کو خود اپنے آپ کو ہمیشہ دنیا کا عاجز ترین بندہ سمجھنا چاہئے۔

واقفین نَو کو جہاں قربانی کا معیار بڑھانا ہے وہاں اپنی عبادتوں کے معیار کو بھی بلند کرنا چاہئے، اپنی وفا کے معیار کو بھی بڑھانا چاہئے۔ اپنے اور اپنے والدین کے عہد کو پورا کرنے کے لئے اپنی تمام صلاحیتوں اور استعدادوں سے کام لینے کی کوشش کرنی چاہئے۔ دین کی خاطر، دین کی سربلندی کی خاطر کام کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ تب اللہ تعالیٰ بھی نوازتا ہے اور کسی کو بغیر جزا کے اللہ تعالیٰ نہیں چھوڑتا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ایک موقع پر اپنے عہدوں کو وفا کے ساتھ پورا کرنے کے بارے میں نصیحت فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ’’خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعریف کی ہے جیسا کہ فرمایا ہے: وَاِبْرٰھِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰی (النجم:38) کہ اس نے جو عہد کیا اسے پورا کر کے دکھایا‘‘۔

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 234۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس عہدوں کو پورا کرنا کوئی معمولی چیز نہیں ہے اور وہ عہد جو وقف زندگی کا عہد ہے جس کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درد بھرے الفاظ ہم سن چکے ہیں یہ کیسا عظیم عہد ہے۔ اگر ہر وقف نَو لڑکا اور لڑکی اپنے اس عہد کو وفا کے ساتھ پورا کرنے والا ہو تو ہم دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر سکتے ہیں۔ بعض نوجوان جوڑے میرے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں بھی وقف نَو ہوں، میری بیوی بھی وقف نَو ہے، میرا بچہ بھی وقف ہے۔ یا ماں کہے گی کہ میں وقف نَو ہوں، باپ کہے گا میں وقف نَو ہوں اور میرا بچہ وقف نَو ہے تو یہ بڑی قابل تعریف بات ہے۔ لیکن اس کا حقیقی فائدہ تو جماعت کو تبھی ہو گا جب وفا کے ساتھ اپنے وقف کے عہد کو پورا کریں گے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالے سے وفا کے مضمون کو ایک جگہ مزید کھولا ہے اور اس طرح کھولا ہے۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: ’’خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی راہ یہ ہے کہ اس کے لئے صدق دکھایا جائے‘‘۔ سچائی پر قائم ہو۔ وفا تمہاری سچی ہو۔ اللہ تعالیٰ سے ’’حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو قرب حاصل کیا تو اس کی وجہ یہی تھی۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ وَاِبْرٰھِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰی (النجم:38) کہ ابراہیم وہ ابراہیم ہے جس نے وفاداری دکھائی۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری اور صدق اور اخلاص دکھانا ایک موت چاہتا ہے۔ جب تک انسان دنیا اور اس کی ساری لذّتوں اور شوکتوں پر پانی پھیر دینے کو تیار نہ ہو جاوے اور ہر ذلّت اور سختی اور تنگی خدا کے لئے گوارا کرنے کو تیار نہ ہو یہ صفت پیدا نہیں ہوسکتی۔ بُت پرستی یہی نہیں کہ انسان کسی درخت یا پتھر کی پرستش کرے بلکہ ہر ایک چیز جو اللہ تعالیٰ کے قرب سے روکتی اور اس پر مقدم ہوتی ہے وہ بُت ہے اور اس قدر بُت انسان اپنے اندر رکھتا ہے کہ اس کو پتا بھی نہیں لگتا کہ میں بُت پرستی کر رہا ہوں‘‘۔ کہیں آجکل کے زمانے میں ڈرامے بت بن گئے ہیں۔ کہیں انٹرنیٹ بت بن گیا ہے۔ کہیں دنیا کمانا بت بن گیا ہے۔ کہیں اور خواہشات بت بن گئی ہیں۔ پر آپ نے فرمایا کہ انسان کو پتا ہی نہیں لگتا کہ میں بت پرستی کر رہا ہوں اور وہ اندر ہی اندر کر رہا ہوتا ہے۔ پس فرمایا کہ ’’پس جب تک خالص خدا تعالیٰ ہی کے لئے نہیں ہو جاتا اور اس کی راہ میں ہر مصیبت کی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا صدق اور اخلاص کا رنگ پیدا ہونا مشکل ہے‘‘۔ فرمایا کہ ’’ابراہیم علیہ السلام کو جو یہ خطاب ملا یہ یونہی مل گیا تھا؟ نہیں۔ اِبْرَاھِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰی کی آواز اُس وقت آئی جب وہ بیٹے کی قربانی کے لئے تیار ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ عمل کو چاہتا ہے اور عمل ہی سے راضی ہوتا ہے اور عمل دکھ سے آتا ہے۔‘‘ عمل دکھ سے آتا ہے یعنی انسان کو جو نیک اعمال ہیں ان کے بجا لانے کے لئے اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے اعمال کے لئے قربانی کرنی پڑتی ہے۔ اپنے آپ کو تکلیف اور دکھ میں ڈالنا پڑتا ہے۔ لیکن دکھ میں ہمیشہ نہیں رہتا انسان۔ عمل کرنے میں بیشک دکھ ہے لیکن دکھ میں ہمیشہ نہیں رہتا انسان۔ فرمایا ’’لیکن جب انسان خدا کے لئے دکھ اٹھانے کے لئے تیار ہو جاوے تو خدا تعالیٰ اُس کو دکھ میں بھی نہیں ڈالتا۔ ... ابراہیم علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لئے اپنے بیٹے کو قربان کر دینا چاہا اور پوری تیار کر لی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بیٹے کو بچا لیا‘‘۔ بیٹے کی جان بھی بچ گئی اور باپ کو بیٹے کی قربانی کی وجہ سے جو دکھ ہونا تھا اس دکھ سے بھی نجات ہو گئی۔ فرمایا کہ ’’وہ آگ میں ڈالے گئے (حضرت ابراہیم علیہ السلام) لیکن آگ ان پر کوئی اثر نہ کر سکی‘‘۔ فرماتے ہیں کہ اگر انسان ’’ اللہ تعالیٰ کی راہ میں تکلیف اٹھانے کو تیار ہو جاوے تو خدا تعالیٰ تکالیف سے بچا لیتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 429-430۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس یہ وہ معیار ہے اللہ تعالیٰ کا پیار جذب کرنے کے لئے اور اس کے فضلوں کو حاصل کرنے کے لئے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمارے سامنے پیش فرمایا ہے اور ہم سے اس کے حصول کی توقع رکھی ہے۔ یہ معیار نہ صرف ہر واقف نَو کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے بلکہ ہر واقف زندگی کو یاد رکھنا چاہئے کہ جب تک قربانیوں کے معیار نہیں بڑھیں گے ہمارے وقف زندگی کے دعوے سطحی دعوے ہوں گے۔

بعض مائیں کہہ دیتی ہیں ہم کینیڈا آ گئے ہیں ہمارا بیٹا پاکستان میں مربی ہے یا وقف زندگی ہے اسے بھی یہاں بلا لیں اور یہیں اس کی ڈیوٹی لگا دیں یا ہمارے پاس آ جائے۔ جب وقف کر دیا تو پھر مطالبے کیسے؟ پھر یہ خواہشیں کیسی؟ خواہشیں تو ختم ہو گئیں۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ واقفین نَو میں شامل کرنے کا رجحان بڑھ رہا ہے یہ بڑی اچھی بات ہے تو اس رجحان کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرتے ہوئے بڑھائیں نہ کہ حالات کے بدلنے سے اپنے عہدوں کو کمزور کرنے والے یا توڑنے والے بن جائیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ بغیر دکھ کے، بغیر تکلیف کے قربانی نہیں ہوسکتی۔ حالات اگر بدلے ہیں تو ہم نے اس کو برداشت کرنا ہے خاص طور پر انہوں نے جنہوں نے اپنے آپ کو وقف کے لئے پیش کیا یا جن کے ماں باپ نے اپنے بچوں کو پیش کیا اور پھر انہوں نے اس کی تجدید کی کہ ہم اپنے عہد جاری رکھیں گے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جب انسان خدا کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار ہو جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نوازتا ہے، اللہ تعالیٰ نہیں چھوڑتا اور بے انتہا نوازتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ تمام واقفین نَو بھی اور ان کے ماں باپ بھی وقف کی حقیقت کو سمجھتے ہوئے اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہوں اور اپنی وفاؤں کے معیاروں کو بلند سے بلند تر کرتے چلے جانے والے ہوں۔

مختصراً بعض انتظامی باتوں اور واقفین کے لئے لائحہ عمل کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ بعض لوگ سوال اٹھاتے ہیں۔ بعض واقفین نَو کے

ذہنوں میں غلط فہمیاں ہیں کہ وقف نو ہو کر ان کی کوئی علیحدہ ایک شناخت بن گئی ہے۔ شناخت تو بیشک بن گئی ہے لیکن اس شناخت کے ساتھ ان سے غیر معمولی طور پر امتیازی سلوک نہیں ہوگا بلکہ اس شناخت کے ساتھ ان کو اپنی قربانیوں کے معیار بڑھانے ہوں گے۔ بعض لوگ اپنے واقفین نو بچوں کے دماغوں میں یہ بات ڈال دیتے ہیں کہ تم بڑے سپیشل بچے ہو جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بڑے ہو کر بھی ان کے دماغوں میں سپیشل ہونا رہ جاتا ہے۔ اور یہاں بھی اس قسم کی باتیں مجھے پہنچی ہیں۔ وہ وقف کی حقیقت کو پیچھے کر دیتے ہیں اور وقف نو کے ٹائٹل کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھ لیتے ہیں کہ ہم سپیشل ہو گئے۔

بعض کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ کیونکہ ہم وقف نو میں ہیں اس لئے ہمیں اگر لڑکیاں ہیں تو ناصرات اور لجنہ اور لڑکے ہیں تو اطفال اور خدام کے پروگراموں میں شامل ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہماری تنظیم ایک علیحدہ تنظیم بن گئی۔ یہ بالکل غلط تصور ہے اگر کسی کے دل میں ہے۔ جماعت کا تو کوئی عہدیدار بھی حتی کہ امیر جماعت بھی اپنی عمر کے لحاظ سے متعلقہ ذیلی تنظیم کا ممبر ہوتا ہے۔

پس ہر واقف نو لڑکی اور لڑکے کو یاد رکھنا چاہئے کہ وہ عمر کے لحاظ سے اپنی تنظیموں کے ممبر ہیں جس جس عمر میں ہیں اور ان کے لئے ان کے پروگراموں میں حصہ لینا ضروری ہے اور جو حصہ نہیں لیتا ان کے بارے میں متعلقہ تنظیم کا صدر جو ہے وہ رپورٹ کرے اور اگر اس وقف نو کی اصلاح نہیں ہوتی تو پھر ایسے بچے کو یا لڑکے کو یا نوجوان کو وقف نو سکیم سے نکال دیا جائے گا۔ ہاں اگر بعض جماعتی پروگرام ہیں، وقف نو کا پروگرام ہے، ذیلی تنظیموں کے پروگرام ہیں تو آپس میں مل جل کر ایک ایسے وقت رکھے جا سکتے ہیں جس میں ذیلی تنظیمیں اپنے پروگرام کریں اور وقف نو والے اپنے۔ اور کوئی clash نہ ہو۔ پس اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔

وقف نو جیسا کہ میں نے کہا بڑے سپیشل ہیں لیکن سپیشل ہونے کے لئے ان کو ثابت کرنا ہوگا۔ کیا ثابت کرنا ہوگا؟ کہ وہ خدا تعالیٰ سے تعلق میں دوسروں سے بڑھے ہوئے ہیں تب وہ سپیشل کہلائیں گے۔ ان میں خوف خدا دوسروں سے زیادہ ہے تب وہ سپیشل کہلائیں گے۔ ان کی عبادتوں کے معیار دوسروں سے بہت بلند ہیں تب وہ سپیشل کہلائیں گے۔ وہ فرض نمازوں کے ساتھ نوافل بھی ادا کرنے والے ہیں تب وہ سپیشل کہلائیں گے۔ ان کے عمومی اخلاق کا معیار انتہائی اعلیٰ درجہ کا ہے۔ یہ ایک نشانی ہے سپیشل ہونے کی۔ ان کی بول چال، بات چیت میں دوسروں کے مقابلے میں بہت فرق ہے۔ واضح پتا لگتا ہے کہ خالص تربیت یافتہ اور دین کو دنیا پر ہر حالت میں مقدم کرنے والا شخص ہے تب سپیشل ہوں گے۔ لڑکیاں ہیں تو ان کا لباس اور پردہ صحیح اسلامی تعلیم کا نمونہ ہے جسے دوسرے لوگ بھی دیکھ کر رشک کرنے والے ہوں اور یہ کہنے والے ہوں کہ واقعی اس ماحول میں رہتے ہوئے بھی ان کے لباس اور پردہ ایک غیر معمولی نمونہ ہے تب سپیشل ہوں گی۔ لڑکے ہیں تو ان کی نظریں حیا کی وجہ سے نیچے جھکی ہوئی ہوں نہ کہ ادھر ادھر غلط کاموں کی طرف دیکھنے والی تب سپیشل ہوں گے۔ انٹرنیٹ اور دوسری چیزوں پر لغویات دیکھنے کی بجائے وہ وقت دین کا علم حاصل کرنے کے لئے صرف کرنے والے ہوں تو تب سپیشل ہوں گے۔ لڑکوں کے حلیے دوسروں سے انہیں ممتاز کرنے والے ہوں تو تب سپیشل ہوں گے۔ وقف نو لڑکے اور لڑکیاں روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے اور اس کے احکامات کی تلاش کر کے اس پر عمل کرنے والے ہوں گے تو پھر سپیشل کہلا سکتے ہیں۔ ذیلی تنظیموں اور جماعتی پروگراموں میں دوسروں سے بڑھ کر اور باقاعدہ حصہ لینے والے ہیں تو پھر سپیشل ہیں۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے لئے دعاؤں میں اپنے دوسرے بہن بھائیوں سے بڑھے ہوئے ہیں تو یہ ایک خصوصیت ہے۔ رشتوں کے وقت لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی دنیا دیکھنے کی بجائے دین دیکھنے والے ہیں اور پھر وہ رشتے نبھانے والے بھی ہیں تو تب کہہ سکتے ہیں کہ ہم خالصۃً دینی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے اپنے رشتے نبھانے والے ہیں تو سپیشل کہلائیں گے۔ ان میں برداشت کا مادہ دوسروں سے زیادہ ہے، لڑائی جھگڑا اور فتنہ و فساد کی صورت میں اس سے بچنے والے ہیں بلکہ صلح کروانے والے ہیں تو سپیشل ہیں۔ تبلیغ کے میدان میں سب سے آگے آ کر اس فریضہ کو سرانجام دینے والے ہیں تب سپیشل ہیں۔ خلافت کی اطاعت اور اس کے فیصلوں پر عمل میں صف اول میں ہیں تو سپیشل ہیں۔ دوسروں سے زیادہ سخت جان اور قربانیاں کرنے والے ہیں تو بالکل سپیشل ہیں۔ عاجزی اور بے نفسی میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں، تکبر سے نفرت اور اس کے خلاف جہاد کرنے والے ہیں تو بڑے سپیشل ہیں۔ ایم ٹی اے پر میرے خطبے سننے والے اور میرے ہر پروگرام کو دیکھنے والے ہیں تا کہ ان کو رہنمائی ملتی رہے تو بڑے سپیشل ہیں۔

اگر تو یہ باتیں اور تمام وہ باتیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں یہ سب کرنے والے ہیں اور وہ تمام باتیں جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں اور ان سے اس نے روکا ہے اس سے رکنے والے ہیں تو یقیناً سپیشل بلکہ بہت سپیشل ہیں ورنہ آپ میں اور دوسروں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ ماں باپ کو بھی یاد رکھنا چاہئے اور اپنے بچوں کی اس نہج سے تربیت کرنی چاہئے کیونکہ اگر یہ چیزیں ہیں تو اس وقت دنیا میں انقلاب لانے کا ذریعہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔ اگر یہ نہیں اور اس وجہ سے دنیا آپ کے نمونے کو دیکھنے والی نہیں تو سپیشل کیا اپنے عہدوں کو پورا نہ کرنے اور اپنی وفا کے معیار پر پورا نہ اترنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بے وفاؤں اور بدعہدوں میں شمار ہوں گے۔

پس تربیت کے دور میں سے گزارتے وقت ماں باپ اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ اس لحاظ سے انہیں سپیشل بنائیں اور بڑے ہو کر یہ واقفین نو خود اس سپیشل ہونے کے معیار کو حاصل کریں۔

جیسا کہ میں نے کہا تھا کہ اپنی دنیاوی تعلیم کے دوران مختلف دوروں سے گزرتے وقت بجائے خود فیصلے کرنے کے جماعت سے پوچھیں کہ ہمیں کس لائن میں جانا ہے۔ لائن منتخب کرنے کے بارے میں پہلے بھی میں کہہ چکا ہوں کہ واقفین نو لڑکے جامعات میں جا کر مربی اور مبلغ بننے کو پہلی ترجیح دیں۔ اس وقت اس کی ضرورت ہے۔ جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے پھیل رہی ہے۔ نہ صرف ان ملکوں میں نئی جماعتیں قائم ہو رہی ہیں جہاں جماعت کے قیام کو لمبا عرصہ گزر گیا ہے بلکہ نئے نئے ممالک بھی اللہ تعالیٰ جماعت کو عطا فرما رہا ہے اور وہاں جماعتیں قائم ہو رہی ہیں اور ہمیں ہر ملک میں بے شمار مربیان اور مبلغین چاہئیں۔ پھر ہمارے ہسپتالوں کے لئے ڈاکٹروں کی ضرورت ہے۔ پاکستان میں ربوہ میں بہت سے ڈاکٹروں کی جو مختلف شعبوں کے ماہر ہوں ان کی ضرورت ہے۔ قادیان میں ہسپتال میں ڈاکٹروں کی ضرورت ہے۔ دنیا والے میرا خطبہ سن رہے ہیں اگر یہاں سے نہیں بھی جا سکتے تو اپنے اپنے ملکوں میں واقفین نو اس طرف توجہ دیں اور ماہرین ڈاکٹروں کی ضرورت ہے۔ بہت بڑا خلاء ہے کہ ہمارے پاس ماہرین ڈاکٹر کم ہیں۔ افریقہ میں ڈاکٹروں کی ضرورت ہے اور ہر شعبہ کے ڈاکٹروں کی ضرورت ہے۔ پھر اب گوئٹے مالا میں بڑا ہسپتال بن رہا ہے۔ وہاں تو کینیڈا سے بھی جا سکتے ہیں۔ یہاں ڈاکٹروں کی ضرورت ہے اور یہ ضرورت آئندہ بڑھے گی۔ انڈونیشیا میں ضرورت ہے اور جوں جوں جماعت پھیلے گی یہ ضرورت بڑھتی جائے گی۔ اس لئے سپیشلائز کر کے ان ممالک سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے اور تجربہ لے کر واقفین نو بچوں کو جو ڈاکٹر بن رہے ہیں ان کو آگے آنا چاہئے اور جن ملکوں میں جانا آسان ہے وہاں جانا چاہئے۔ اپنے آپ کو پیش کریں پھر جماعت بھیج دے گی۔ اسی طرح سکولوں کے لئے ٹیچرز کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹرز اور ٹیچرز کے لئے تو لڑکیاں اور لڑکے دونوں ہی کام آ سکتے ہیں اس لئے اس طرف توجہ کریں۔ کچھ آرکیٹکٹ اور انجنیئرز بھی چاہئیں جو تعمیرات کے شعبہ کے ماہر ہوں تا کہ مساجد مشن ہاؤسز سکول ہسپتال وغیرہ کی تعمیر کے کاموں میں صحیح نگرانی کر کے اور پلاننگ کر کے جماعتی اموال کو بچایا جا سکے۔ کم پیسے میں زیادہ بہتر سہولت مہیا کی جا سکے۔ پھر پیرا میڈیکل سٹاف بھی چاہئے اس میں بھی آنا چاہئے تو یہ تو وہ چند بعض اہم شعبے ہیں جن کی جماعت کو فی الحال ضرورت ہے۔ آئندہ ضروریات حالات کے مطابق بدلتی بھی رہیں گی۔

بعض واقفین نو کی اپنی دلچسپی بھی بعض مضامین میں زیادہ ہوتی ہے اور جب میرے سے پوچھتے ہیں تو میں ان کی دلچسپی دیکھتے ہوئے ان کو اجازت بھی دے دیتا ہوں کہ وہ پڑھیں لیکن یہاں میں طلباء کو یہ بھی کہوں گا کہ وہ سائنس کے مختلف شعبوں میں ریسرچ میں بھی جائیں اور اس میں عمومی طور پر واقفین نو بھی اور دوسرے سٹوڈنٹس بھی شامل ہیں۔ سائنس کے مختلف شعبہ جات کی ریسرچ میں ہمارے بہترین سائنس دان پیدا ہو جائیں تو آئندہ جہاں دین کا علم دینے والے احمدی ہوں گے اور دنیا دین سیکھنے کے لئے آپ کی محتاج ہو گی وہاں دنیاوی علم دینے والے بھی احمدی مسلمان ہوں گے اور دنیا آپ کی محتاج ہو گی۔ ایسی صورت میں واقفین نو بیشک دنیا کا کام کر رہے ہوں گے لیکن ان کا مقصد اس علم اور کام کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی وحدانیت کو دنیا پر ثابت کرنا ہوگا، اس کے دین کو پھیلانا ہوگا۔

اسی طرح دوسرے شعبہ جات میں واقفین نو جا سکتے ہیں لیکن بنیادی مقصد یہ ہے اور جس کو ہر ایک کو جاننا چاہئے کہ میں واقف زندگی ہوں اور کسی وقت بھی مجھے دنیاوی کام چھوڑ کر دین کی ضرورت کے لئے پیش ہونے کا کہا جائے تو بغیر کسی عذر کے، بغیر کسی حیل وحجت کے آ جاؤں گا۔

ایک اہم بات جو ہر واقف نو کو یاد رکھنی چاہئے کہ دنیا کے کام کرنے کی اجازت انہیں دی جاتی ہے لیکن یہ دنیا کے کام انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور دین کا علم اور دین کی خدمت سے محروم کرنے والا نہ ہو بلکہ اس کے اعلیٰ معیاروں کو حاصل کرنے کی کوشش ان کی اولین ترجیح ہو۔ قرآن کریم کی تفسیر اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ ہر وقف نو کے لئے ضروری ہے۔ وقف نو شعبہ نے غالباً اکیس سال کی عمر تک سلیبس بنایا ہوا ہے وہ موجود ہے اس کے بعد خود اپنے دینی مطالعہ کو بڑھائیں یہ ضروری ہے۔

ماں باپ کو بھی میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ جتنی چاہے اپنے بچوں کی زبانی تربیت کر لیں اس کا اثر اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک اپنے قول و فعل کو اس کے مطابق نہیں کریں گے۔ ماں باپ کو اپنی نمازوں کی حالتوں کو نمونہ بنانا ہوگا۔ قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے کے لئے اپنے نمونے قائم کرنے ہوں گے۔ اعلیٰ اخلاق کے لئے نمونہ بنانا ہوگا۔ دینی علم بقیہ صفحہ 7 پر

’’زمانہ جاہلیت‘‘ سے کیا مراد ہے؟

(مبشر محمود ظفر)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے خطبات میں بدری صحابہؓ کا ذکرِ خیر فرما رہے ہیں جس میں اکثر ہم ایک لفظ ’’زمانہ جاہلیت‘‘ سنتے ہیں۔ مثلاً خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 12 جون 2020ء میں حضرت عبد الرحمٰنؓ بن عوف کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا:

’’آپؓ کا نام زمانہ جاہلیت میں عبدِ عمرو یا عبدالکعبہ تھا۔ اسلام لانے کے بعد حضور ﷺ نے نام بدل کر عبدالرحمٰن رکھ دیا اور آپ اُن گنتی کے افراد میں شامل تھے جنہوں نے زمانۂ جاہلیت میں بھی شراب کو اپنے اوپر حرام کیا ہوا تھا‘‘۔

لہذا خاکسار نے اس موضوع پر قلم اٹھانے کا ارادہ کیا ہے۔ وَمَا تَوفِيقِي اِلَّابِاللّٰہِ۔

قرآن کریم، احادیث، لغت وکتبِ تاریخ کے مطابق ’’الجاہلیۃ‘‘

لوگ اسلام سے قبل عربوں کی تاریخ کو ’’التاریخ الجاھلی‘‘ یا ’’تاریخ الجاہلیۃ‘‘ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ عربوں پر خانہ بدوشی کا غلبہ رہا، اور ان میں سے اکثر خانہ بدوش قبائلی زندگی غفلت اور جہالت میں گزارتے رہے۔ ان کا تعلق بیرونی دنیا سے نہیں تھا، اور نہ بیرونی دنیا کا ان سے، اور یہ ناخواندہ، بتوں کی پوجا کرنے والے تھے، اور ان کی کوئی جمع شدہ تاریخ نہیں تھی، لہذا یہ دور جو اسلام سے قبل تھا ان کے نزدیک ’’الجاہلیۃ‘‘ کے نام سے جانا جاتا تھا۔

(المفصل فی تاریخ العرب قبل السلام مؤلفہ جواد علی جلد 01 صفحہ 37، دارالساقی بیروت)

بعض کے نزدیک الجاہلیۃ کا زمانہ ’فترۃ‘ کا زمانہ ہے یعنی وہ زمانہ جو دو رسولوں (یعنی حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد ﷺ) کے درمیان تھا۔ کبھی اس کا اطلاق مطلق زمانہ کفر پر ہوتا ہے، کبھی فتح مکہ سے پہلے کے زمانے پر، اور کبھی اس زمانے پر جو ولادتِ نبوی اور بعثت کے درمیان ہے۔

قرآن کریم میں یہ لفظ مدنی سورتوں میں 4 مرتبہ استعمال ہوا ہے جو کہ مندجہ ذیل ہے:

ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُعَاسًا يَغْشَى طَائِفَةً مِنْكُمْ وَطَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ۔

(سورۃ آل عمران:155)

پھر اس نے تم پر غم کے بعد تسکین بخشنے کی خاطر اونگھ اتاری جو تم میں سے ایک گروہ کو ڈھانپ رہی تھی۔ ہاں کچھ وہ لوگ بھی تھے کہ انہیں اپنی جانوں کی پڑی ہوئی تھی، وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق جاہلیت کے گمانوں کی طرح ناحق گمان کر رہے تھے۔

أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوْقِنُوْنَ

(سورۃ المائدۃ:51)

کیا یہ لوگ پھر سے جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں یقین رکھنے والے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلے اور حکم کرنے والا کون ہوسکتا ہے؟

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلَى

(سورۃ الاحزاب:34)

اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے سنگھار کا ااظہار نہ کرو۔

إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ

(سورۃ الفتح:27)

جب کہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں حمیت کو جگہ دی اور حمیت بھی جاہلیت کی۔

معروف لغت دان اور نحوی ابن خالویہ (ابو عبد اللہ حسین بن احمد الہمذانی، المتوفی:370ھ) کے مطابق یہ ایک ایسا نام ہے جو بعہدِ اسلام وجود میں آیا اور اس سے بعثتِ نبوی ﷺ سے پہلے کا زمانہ مراد لیا جاتا ہے۔

(المزھر فی علوم اللغۃ و انواعھا از جلال الدین سیوطی جلد 01 صفحہ 240 دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

جبکہ امام ابن حجر عسقلانی (المتوفی:852ھ) بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں: جاہلیت سے بالعموم یہی مراد لی جاتی ہے اور قرآن کی یہ آیت انہی معنوں کی حامل ہے: يَظُنُّونَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ’یہ لوگ عہدِ جاہلیت کے خیالات کی طرح اللہ کے متعلق غلط قسم کے خیالات رکھتے ہیں‘۔ لیکن نووی (محی الدین ابو ذکریا یحیٰی بن شرف) کا مسلم کی شرح میں متعدد مقامات پر حتمی طور پر یہ کہنا ہے کہ جہاں کہیں بھی یہ لفظ آئے اس سے یہی مراد لی جاتی ہے غور طلب ہے، کیونکہ لفظ جاہلیت کا اطلاق گزشتہ زمانے پر ہوتا ہے اور مراد ماقبلِ اسلام کا زمانہ لیا جاتا ہے جس کا آخری زمانہ فتح مکہ لیا جاتا ہے۔ (فتح الباری زیرِ شرح کتاب المناقب باب ایام الجاھلیۃ)

ان تمام حوالہ جات سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ ’’الجاہلیۃ‘‘ کا لفظ کبھی تو زمانے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے (اور کتاب و سنت میں بھی بالعموم یہی معنی مراد لئے جاتے ہیں)، اور کبھی ذوالحال (یعنی وہ شخص یا لوگ جو اس حالت میں ہوں) مراد لی جاتی ہے۔

حضرت عمرؓ کا فرمانا: میں نے جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ ایک رات اعتکاف میں بیٹھوں گا۔ (صحیح البخاری کتاب الاعتکاف)

اور حضرت عائشہؓ کا فرمانا: جاہلیت میں نکاح چار قسم کا تھا۔ (صحیح البخاری کتاب النکاح)

اور صحابہ کا یہ کہنا: یا رسول اللہ ﷺ ہم جاہلیت اور شر میں تھے (صحیح البخاری کتاب الفضائل) یعنی جاہلیت کی حالت یا طریقے یا عادت وغیرہ میں تھے۔

(یہ سب پہلے معنوں میں استعمال ہوئے ہیں)۔ کیونکہ جاہلیت اگرچہ درحقیقت صفت ہے مگر کثرت استعمال کے باعث یہ اسم بن گیا ہے اور یہ مصدرِ صناعی بھی ہے۔

دوسرے معنی (یعنی ذوالحال کے معنوں میں) ہم کہتے ہیں کہ طائفۃٌ جَاھِلِيَّۃٌ اور شاعِرٌ جَاھِلِیٌّ اور یہ نسبت جہل کی طرف ہے، جس کے معنی علم نہ ہونے کے یا علم کا اتباع نہ کرنے کے ہیں۔ چنانچہ جو شخص حق کے خلاف عقیدہ رکھے تو اس کا جہل، جہلِ مرکب ہے اور اگر حق کی بات کو جانتے ہوئے یا نہ جانتے ہوئے حق کے خلاف بات کرے تو وہ بھی جاہل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں عباد الرحمٰن کے بارے میں فرمایا: وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا۔ (سورۃ الفرقان:64) کہ جب جاہل لوگ ان سے خطاب کرتے ہیں تو وہ انہیں سلام کہتے ہیں۔

اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: الصِّيَامُ جُنَّةٌ، فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَجْهَلْ۔ روزہ ڈھال ہے، پس جب تم میں سے کوئی شخص روزہ رکھے ہوئے ہو تو اسے چاہیے کہ نہ کوئی گندی بات کہے اور نہ جہالت کی بات (صحیح البخاری کتاب الصیام)

نیز ایک مرتبہ جب حضرت ابو ذر غفاریؓ نے حضرت بلالؓ کو ان کی والدہ کے متعلق طعن کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اِنّكَ امْرُؤٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ۔ کہ تو ایک ایسا شخص ہے جس میں جاہلیت پائی جاتی ہے۔ (صحیح البخاری کتاب الادب)

اور انہی معنوں مین عمر بن کلثوم تغلبی اپنے قصیدے میں کہتا ہے:

اَلَا لَا يَجْهَلَنَّ اَحَدٌ علينا
فَنَجْهَلَ فَوْقَ جَهْلِ الجَاهِلينا

کہ خبردار کوئی ہم سے جاہلیت کا سلوک نہ کرے ورنہ ہم بھی پھر ان سے بڑھ کر جاہلیت دکھائیں گے۔ لہذا ان معنوں میں یہ لفظ بکثرت استعمال ہوا ہے۔

اسی طرح جو شخص حق کے خلاف عمل کرے وہ بھی جاہل ہے خواہ اسے علم ہی کیوں نہ ہو کہ یہ حق کہ خلاف ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ

(سورۃ النساء:18)

یعنی اللہ تعالیٰ تو صرف ان کی توبہ قبول کرتا ہے جو جہالت سے برا فعل کر بیٹھیں اور پھر جلد ہی توبہ کر لیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کا قول ہے: ہر وہ شخص جو برا فعل کرے وہ جاہل ہے خواہ اسے اس بات کا علم ہی کیوں نہ ہو کہ وہ فعل حق کے خلاف ہے۔

(تفسیر ابنِ کثیر زیرِ آیت النساء:18)

جب یہ بات واضح ہوگئی تو یہ پتہ چلا کہ گویا وہ لوگ جو نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے تھے وہ حالتِ جاہلیت میں تھے۔ یعنی ایسا جَھل جو جاہل کی

آج کی دعا

اَللّٰهُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ، فَلَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ

(ابو داؤد کتاب الادب باب ما یقول اذا اصبح)

ترجمہ: اے اللہ مجھ پر جو نعمت و احسان ہے وہ صرف اور صرف تنہا تیری طرف سے ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ سب شکر اور تعریف کا تو مستحق ہے۔

حضرت عبد اللہ بن غنام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص صبح وشام یہ کلمات پڑھتا ہے اس نے اپنے دن یا رات کا شکر ادا کر دیا

پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کی شکر نعمت کی یہ خوبصورت دعا ہمیں کثرت سے پڑھنی چاہئے۔

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

طرف منسوب ہو کیونکہ جن اقوال و افعال کے وہ عادی بن چکے تھے انہیں ایجاد بھی کوئی جاہل ہی کرسکتا تھا اور ان پر عمل پیرا بھی کوئی جاہل ہی ہوسکتا تھا۔ اس طرح ہر وہ چیز جو رسولوں کے آوردہ احکام کے خلاف ہو خواہ اس کا تعلق یہودیت سے ہو، خواہ نصرانیت سے، جاہلیت ہے۔ یہ تو عام جاہلیت تھی لیکن نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد مطلق زمانے کے لحاظ سے کوئی جاہلیت نہیں رہی۔ کیونکہ آپ ﷺ کی امت کے کچھ لوگ قیامت تک حق پر کاربند رہنے کے باعث غالب رہیں گے۔ البتہ مطلق جاہلیت کسی شہر میں ہوسکتی ہے اور کسی میں نہیں۔ اسی طرح جاہلیت کسی شخص میں ہوتی ہے، کسی میں نہیں۔ مثال کے طور پر ایک شخص اسلام لانے سے قبل جاہلیت میں ہوتا ہے، باوجود اس کے کہ وہ دارالاسلام میں مقیم ہو۔ اور جہاں تک مقید جاہلیت کی بات ہے، تو وہ بعض اسلامی ممالک اور بہت سے مسلمان افراد میں بھی میں بھی پائی جاتی ہے، جیسا کے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اَرْبَعٌ فِي اُمَّتِي مِنْ اَمْرِ الْجَاھِلِیَّةِ لَایترکونَھُنّ الفَخْرُبِالاَحْسَابِ، وَالطَّعْنُ فِي الاَنْسَابِ، وَ الاِسْتَسقَاءُ بِالنُّجُومِ وَ النِيَاحَةُ۔ (صحیح المسلم کتاب الجنائز) میری امت میں چار باتیں جاہلیت کی پائی جاتی ہیں جنہیں وہ نہیں چھوڑتے: حسب ونسب پر فخر کرنا، اَوروں کے نسب میں طعن کرنا، ستاروں سے بارش طلب کرنا، اور نوحہ کرنا۔

عربی ادب کی روشنی میں بلحاظِ زمانہ ’’الجاہلیۃ‘‘ کی حد

معروف ادبی شخصیت ڈاکٹر شوقی ضیف اپنی تالیف ’’العصر الجاھلی‘‘ میں بلحاظِ زمانہ ’الجاہلیۃ‘ کی حد مقرر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ذہن میں آسکتا ہے کہ جاہلیت میں اسلام سے پہلے کے تمام ادوار اور اوقات شامل ہیں، کیونکہ یہ سنِ عیسوی سے پہلے اور بعد میں، جزیرۃ العرب کی قدیم تاریخ کی نشاندہی کرتا ہے۔ لیکن جو لوگ اسلام سے پہلے کے ادب کو تلاش کرتے ہیں وہ اس وسعت میں نہیں ڈھونڈتے، کیونکہ وہ ڈیڑھ صدی بعثتِ نبوی سے آگے نہیں بڑھتے ہیں، بلکہ اسی زمانہ پر اکتفا کرتے ہیں۔ یہ وہ دور ہے جس میں عربی زبان نے اپنی ابتدائی خصوصیات کو مربوط کر دیا ہے، اور جس میں جاہلیت کی شاعری ہمارے پاس آئی تھی۔ اور الجاحظ (اَبو عثمان عمرو بن بحر بن محبوب الکنانی) نے اس بات کو بخوبی ملاحظ کیا ہے لہذا وہ کہتا ہے: وأما الشعر فحديث الميلاد، صغير السنّ، أوّل من نهج سبيله، وسهّل الطريق إليه: امرؤ القيس بن حجر، ومهلهل بن ربيعة. . . . فإذا استظهرنا الشعر، وجدنا له- إلى أن جاء الله بالإسلام- خمسين ومائة عام، وإذا استظهرنا بغاية الاستظهار فمائتي عام. یعنی جہاں تک (عربی) شاعری کی بات ہے تو، سن عیسوی بہت کم عمر ہے، اس کے راستے پر چلنے والے پہلے اور اس کے راستے کو آسان بنانے والے امرؤ القیس بن حجر اور مھلھل بن ربیعہ (ان شعراء کے قصائد خانہ کعبہ میں لٹکائے گئے، جنہیں سبعہ معلقات کہا جاتا ہے)....ہیں۔ اگر ہم شاعری زبانی پڑھتے ہیں، تو ہم نے اسے پایا، یہاں تک کہ خدا تعالیٰ مذہبِ اسلام کو لے آیا، ڈیڑھ سو سال، اور اگر ہم زبانی حفظ کی بہت زیادہ مدد بھی لیں تو دو سو سال بنتے ہیں (الحیوان للجاحظ طبع حلبی جلد 01 صفحہ 74) اور الجاحظ کی یہ بات درست بھی ہے کیونکہ اس سے قبل عربی شاعری کی تاریخ مجہول ہے۔ (العصر الجاھلی لالدکتور شوقی ضیف، دار المعارف القاہرۃ صفحہ 38)

لہذا ادبی لحاظ سے زمانہ جاہلیت کی حد بعثتِ نبوی ﷺ سے 150سال قبل تک بنتی ہے۔

اَلْجَاھِلِیَّۃُ الْاُوْلٰی اور مفسرین

اللہ تعالیٰ سورۃ الاحزاب میں فرماتا ہے: وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولٰى۔

ترجمہ: اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ کا ااظہار نہ کرو۔

اس آیت میں جاہلیت کے مفہوم کے متعلق مفسرین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ چنانچہ بعض کہتے ہیں کہ جاہلیت اولیٰ اس زمانے میں تھی جس زمانے میں حضرت ابراہیمؑ کی پیدائش ہوئی۔ اس زمانے میں عورت موتیوں کی قمیص پہن کر راستے کے عین وسط میں چلتی اور اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے پیش کرتی تھی۔

حَکَمُ بن عُتَیبۃ الکندی الکوفی (المتوفی:115ھ) کہتے ہیں: جاہلیتِ اولیٰ آدمؑ اور نوحؑ کے زمانے میں تھی اور یہ آٹھ سو سال کا عرصہ ہے۔ اس زمانے کے لوگوں کے اخلاق برے بیان کئے جاتے ہیں۔

جبکہ ابن عباسؓ کہتے ہیں: یہ نوحؑ اور ادریسؑ کے درمیان کا زمانہ ہے۔

اور محمد بن السائب الکلبی الکوفی (المتوفی:146ھ) کہتے ہیں: یہ نوحؑ اور ابراھیمؑ کے درمیان کا زمانہ ہے، کہا جاتا ہے کہ عورت موتیوں کی قمیض پہنتی تھی جو دونوں جانب سے سلی ہوئی نہ ہوتی تھی، پتلے کپڑے پہنتی اور اپنے بدن کو ڈھانپا نہ کرتی تھی۔

ایک گروہ کہتا ہے: جاہلیتِ اولیٰ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کا درمیانی زمانہ ہے۔

جبکہ ابو اسحاق حمد بن محمد بن ابراھیم النیشاپوری المعروف ثعلبی (المتوفی:427ھ) کے نزدیک یہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد ﷺ کے درمیان کا عہد ہے۔ (الکشف والبیان عن تفسیر القرآن زیرِ آیت ہذا)

جبکہ ابو عالیہ رفیع بن مہران الریاحی البصری (المتوفی:90ھ) کہتے ہے: یہ داؤدؑ اور سلیمانؑ کا زمانہ ہے، اس زمانہ میں عورت جو قمیض پہنتی اس کی دونوں طرفیں سلی ہوئی نہ ہوتی تھیں اور عورتیں بدن کے اس حصے کو بھی ظاہر کر دیتیں جس کا ظاہر کرنا قبیح معلوم ہوتا ہے۔

مجاہد بن جبر المکی (المتوفی:103ھ) کہتے ہیں: عورتیں مردوں کے درمیان چلا پھرا کرتی تھیں، جس کو قرآن کریم نے ’تبرج‘ سے تعبیر کیا ہے۔

جبکہ ابو محمد عبد الحق بن غالب بن عطیہ اندلسی غرناطی (المتوفی: 546ھ) المعروف ابن عطیہ کہتے ہیں: میرے نزدیک ظاہر بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جاہلیت کی طرف اشارہ کیا ہے جس کا زمانہ انہوں (یعنی ازواجِ مطہرات) نے پایا۔ لہذا انہیں اسی جاہلیت کے اخلاق سے علیحدہ ہونے کا حکم دیا گیا اور یہ اخلاق وہ اخلاق تھے جو شریعت کے آنے سے پہلے کفار کا شعار تھے، کیونکہ ان میں کسی قسم کی غیرت نہ پائی جاتی تھی۔ اور عورتوں کے معاملے میں کسی قسم کا حجاب نہ تھا، اور اس جاہلیت کو ’اولیٰ‘ اس حالت کی نسبت سے کہا گیا جس پر وہ اس وقت یعنی بعہدِ اسلام تھیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہاں کوئی اور جاہلیت بھی ہے۔ جاہلیت کا لفظ اسلام سے پہلے کی مدت کیلئے استعمال کیا گیا ہے، جیسا کے واضح ہے۔

(المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز از ابن عطیہ زیر آیت ھذا)

☆…☆…☆

بقیہ: خطبہ برائے واقفینِ نَو…… از صفحہ 5

از صفحہ 5

سیکھنے کی طرف خود بھی توجہ کرنی ہوگی۔ جھوٹ سے نفرت کے اعلیٰ نمونے قائم کرنے ہوں گے۔ باوجود اس کے کہ بعض کو کسی عہدیدار سے تکلیف پہنچی ہو گھروں میں نظام کے خلاف یا عہدیداروں کے خلاف بولنے سے پرہیز کرنا ہوگا۔ ایم ٹی اے پر کم از کم میرے خطبات جو ہیں وہ باقاعدگی سے سننے ہوں گے اور یہ باتیں صرف واقفین نَو کے والدین کے لئے ضروری نہیں بلکہ ہر وہ احمدی جو چاہتا ہے کہ ان کی نسلیں نظام جماعت سے وابستہ رہیں انہیں چاہئے کہ اپنے گھروں کو احمدی گھر بنائیں، دنیا داروں کے گھر نہ بنائیں ورنہ اگلی نسلیں دنیا میں پڑ کر نہ صرف احمدیت سے دور چلی جائیں گی بلکہ خدا تعالیٰ سے بھی دور ہو جائیں گی اور اپنی دنیا و عاقبت دونوں برباد کریں گی۔

خدا کرے کہ نہ صرف تمام واقفین نَو بچے خدا تعالیٰ کے قرب کو حاصل کرنے والے اور تقویٰ پر چلنے والے ہوں بلکہ ان کے عزیزوں کے عمل بھی ان کو ہر قسم کی بدنامی سے بچانے والے ہوں۔ بلکہ ہر احمدی وہ حقیقی احمدی بن جائے جس کی بار بار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں تلقین فرمائی ہے تا کہ دنیا میں جلد تر ہم احمدیت اور حقیقی اسلام کا جھنڈا اٹھتا ہوا دیکھیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ ہمیں نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

’’انسان ایک دو کاموں سے سمجھ لیتا ہے کہ میں نے خدا کو راضی کر لیا حالانکہ یہ بات نہیں ہوتی۔‘‘ فرمایا کہ ’’ اطاعت ایک بڑا مشکل امر ہے۔ صحابہ کرام کی اطاعت، اطاعت تھی‘‘۔ وہ حقیقی اطاعت تھی جس کا نمونہ ہمارے سامنے ہے۔ فرماتے ہیں کہ ’’ … کیا اطاعت ایک سہل امر ہے؟ جو شخص پورے طور پر اطاعت نہیں کرتا وہ اس سلسلہ کو بدنام کرتا ہے۔ حکم ایک نہیں ہوتا بلکہ حکم تو بہت ہیں۔ جس طرح بہشت کے کئی دروازے ہیں کہ کوئی کسی سے داخل ہوتا ہے اور کوئی کسی سے داخل ہوتا ہے۔ اسی طرح دوزخ کے کئی دروازے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم ایک دروازہ تو دوزخ کا بند کرو اور دوسرا کھلا رکھو‘‘۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 73-74۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ:

’’آدمی کو بیعت کر کے صرف یہی نہ ماننا چاہئے کہ یہ سلسلہ حق ہے اور اتنا ماننے سے اسے برکت ہوتی ہے۔… صرف ماننے سے اللہ تعالیٰ خوش نہیں ہوتا جب تک اچھے عمل نہ ہوں۔ کوشش کرو کہ جب اس سلسلہ میں داخل ہوئے ہو تو ہو نیک بنو۔ متقی بنو۔ ہر ایک بدی سے بچو۔… زبانوں کو نرم رکھو۔ استغفار کو اپنا معمول بناؤ۔ نمازوں میں دعائیں کرو۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 274۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان نصائح پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہم بھی اور ہماری نسلیں بھی نیکی اور تقویٰ پر قائم ہونے والی ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کو پورا کرنے والی ہوں۔

☆…☆…☆

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE
www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

علیکم بالشفائین: العسل و القرآن

(قسط دوم)

قرآنِ کریم جسمانی بیماریوں کے لئے تریاق

حضرت ابو الانبیاء ابراہیمؑ کا ایک انتہائی پُر حکمت قول قرآنِ کریم میں یوں درج ہے کہ وَاِذَا مَرِضۡتُ فَھُوَ یَشۡفِیۡنِ (الشعرآء:۸۱) یعنی جب میں کسی مرض میں مبتلا ہوتا ہوں تو خدا تعالیٰ ہی ہے جو مجھے شفا عطا فرماتا ہے۔ اس آیتِ کریمہ میں حضرت ابراہیمؑ نے بیماری کا سبب خود کو قرار دیا ہے اور شفاعطا کرنے کا فعل خدا کی طرف منسوب کیا ہے۔اور یہ بات بالکل دُرست اور سچی ہے کہ انسان جب بھی کسی بیماری کا شکار ہوتا ہے تو یہ بیماری اُس کی اپنی غفلت اور بے پرواہی کا نتیجہ ہوا کرتی ہے۔اسی لئے اگر انسان قرآنی تعلیمات پر کماحقّہٗ عمل کرے تو غیر معمولی طور پر مضر امراض سے محفوظ رہ سکتا ہے۔اس ضمن میں چند ایک مثالیں درجِ ذیل ہیں۔

چند ایک قرآنی تعلیمات جن پر عمل پیرا ہونے سے انسان کئی جسمانی عوارض سے محفوظ رہ سکتا ہے:۔

☆سورۃ الاعراف آیت 32میں اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ کُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا وَلَا تُسۡرِفُوۡا۔ یعنی کھاؤ پیو مگر اسراف مت کرو۔یہ بات مسلّمہ ہے کہ بہت ساری مہلک بیماریوں کی وجہ کھانے پینے میں اعتدال سے ہٹ جانا ہے۔ جب انسان متناسب اور حسبِ ضرورت خوراک کا خیال نہیں رکھتا تو جلد ہی مختلف امراض کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔مذکورہ بالا آیت میں اسی پُرحکمت بات کی طرف اشارہ ہے کہ انسان کھانے پینے کے معاملات میں افراط و تفریط کا شکار نہ بنے۔

☆اسی طرح سورۃ البقرہ آیت 220میں شراب کے استعمال کے متعلق فرمایا کہ اِثۡمُھُمَاۤ اَکۡبَرُ مِنۡ نَّفۡعِھِمَا یعنی شراب کے فوائد اس کے نقصانات کی نسبت کہیں زیادہ ہیں۔اسی غرض سے شراب کے نقصان دہ استعمال کو اسلام میں حرام ٹھہرایا گیا ہے۔اسی طرح ماہرینِ طب بھی شراب کو انسانی صحت اور اخلاق کے لئے سمِّ قاتل قرار دیتے ہیں۔

☆اسی طرح آجکل ایڈز اور دیگر مہلک بیماریوں کی بڑی وجہ جنسی بے راہ روی قرار دی جارہی ہے۔قرآن کریم نے اس بارے میں بڑی وضاحت کے ساتھ متعدد بار فروج یعنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے کا تاکیدی حکم دیا ہے۔بلکہ اس سے بھی پہلے قرآن شریف مرد اور عورت ہردو کو غضِّ بصر کی تعلیم دیتا ہے۔جس معاشرے میں مرد اور عورت کا اختلاط عام ہے وہاں یہ جنسی بیماریاں زیادہ پھیلی ہوئی ہیں۔

حضرت مسیحِ موعودؑفرماتے ہیں۔ ’’قرآنِ شریف پر تدبُّر کرو اس میں سب کچھ ہے۔نیکیوں اور بدیوں کی تفصیل ہے......یہ فخر قرآنِ مجید ہی کو حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہر مرض کا علاج بتایا ہے اور تمام قویٰ کی تربیت فرمائی ہے۔اور جو بدی ظاہر کی ہے اس کے دور کرنے کا طریق بھی بتایا ہے۔اس لئے قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے رہو اور دُعا کرتے رہو اور اپنے چال چلن کو اس کی تعلیم کے ماتحت رکھنے کی کوشش کرو۔‘‘ (ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۱۰۲)

قرآن کریم کا لفظ لفظ اپنے اندر برکت رکھتا ہے اور اس کے حرف حرف میں تاثیر رکھی گئی ہے۔ ذیل میں اسی سے متعلق چند واقعات پیشِ خدمت ہیں۔

سانپ کے ڈسے کا علاج

احادیث میں مروی ہے کہ ایک بار کسی شخص کو سانپ نے کاٹ لیا۔اس پر آنحضور ﷺ کے کسی صحابیؓ نے اس پر سورۃ الفاتحہ کا دم کر دیا جس سے وہ شفایاب ہوگیا۔جب یہ بات آپؐ کے علم میں آئی تو آپؐ نے اس صحابی سے فرمایا کہ تمہیں کس طرح معلوم ہوا کہ یہ ’رُقْیَہ‘ یعنی دم کرنے والی سورت ہے۔(بخاری کتاب الطب باب الرُّقٰی بفاتحۃ الکتاب)

ابن القیم کا سورۃ الفاتحہ سے علاج

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ بیان فرماتے ہیں کہ ’’ابن القیم نے لکھا ہے کہ جب میں مکہ معظّمہ میں تھا اور طبیب کی تلاش میرے واسطے مشکل تھی تو میں اکثر الحمد کے ذریعے اپنی بیماریوں کا علاج کرلیا کرتا تھا۔ابن القیم کا میں بہ سبب اس کے علم کے معتقد ہوں اور اسے ایسا آدمی جانتا ہوں جو لاکھوں میں ایک ہوتا ہے۔‘‘ (حقائق الفرقان جلد اول صفحہ ۸)

سورۃ الفاتحہ ’الشفاء‘ ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ جو ایک نہایت حاذق طبیب تھے سورۃ الفاتحہ کے ’الشفاء‘ ہونے کا ذکر یوں فرماتے ہیں کہ ’’میرا اپنا بھی تجربہ ہے کہ میں نے بہت سے بیماروں پر الحمد کو پڑھا اور انہیں شفا ہوئی‘‘ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان ۴ فروری ۱۹۰۹ء بحوالہ حقائق الفرقان جلد اول صفحہ ۸)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی اپنا ذاتی طریق ایک بار بیان کرتے ہوئے فرمایا۔’’اگر علاج ہو رہا ہو تو ساتھ ہی سورۃ الفاتحہ کا دم بھی کر دیا جائے تو اس سے مزید برکت ضرور پڑتی ہے اور اگر علاج میسر نہ ہو تو شفا کی نیت سے اِسے پڑھنا بہت مفید ہے اور حیرت انگیز کام کرتا ہے۔‘‘ (الفضل ۸ فروری ۲۰۰۲ء)

معجون القرآن

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے ایک بار معجون القرآن کے نام سے ایک دوائی تیار کی جس میں آپؓ نے قرآنِ کریم میں مذکورہ تمام پھلوں اور سورۂ محمد میں بیان کردہ چاروں مشروب یعنی نہر کا پانی، خالص دودھ، خمر اور خالص شہد کو ملا کر ایک معجون بنایا اور اسے مختلف بیماریوں کے علاج کے لئے استعمال کروایا اور اسے بہت مفید پایا۔ (حیاتِ قدسی حصہ چہارم صفحہ ۱۵۰)

اطلاعات اعلانات

سانحہ ارتحال

مکرم نوید احمد سعید صاحب مربی سلسلہ تحریر کرتے ہیں:

خاکسار کے والد محترم محمد رشید ابن میاں محمد جیون مرحوم مورخہ 20/ جون 2020 کو دوپہر ایک بجے چند روز کی علالت کے بعد 86 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

والد صاحب مرحوم اپریل 1932ء میں قادیان میں پیدا ہوئے۔آپ پیدائشی احمدی تھے۔تقسیم ملک کے بعد آپ پہلے ربوہ اور پھر ملازمت کے سلسلہ میں لاہور مقیم رہے۔آپکی شادی نسیم اختر صاحبہ بنت مکرم اللہ بخش صاحب (شاہدرہ لاہور) سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے 6 بیٹیوں اور 2 بیٹوں سے نوازا۔ اللہ کے فضل سے ساری اولاد شادی شدہ اور صاحب اولاد ہے۔ دو بیٹیاں واقفینِ زندگی سے بیاہی ہوئی ہیں۔ بڑی بیٹی مکرم عبد الماجد طاہر صاحب (ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن) کی اہلیہ ہیں اور ایک بیٹی مکرم ضیاء اللہ مبشر صاحب مربی سلسلہ کی اہلیہ ہیں۔

احباب جماعت کی خدمت میں والد صاحب کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کے لئے دعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔ نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ ہم سب بہن بھائیوں کو والدین مرحومین کی نیک سیرت پر چلنے اور ان کی نیکیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔آمین۔

☆...☆...☆

26/جون2020ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	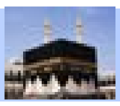	04:12	19:06
مدینہ منورہ	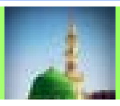	04:03	19:14
قادیان	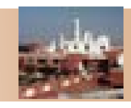	03:45	19:38
ربوہ		03:25	19:18
اسلام آباد ٹلفورڈ		03:19	21:23